OPEN ACCESS
Biannual Research Journal
AL-ILM
Volume: 07
Issue: 01
Spring 2023

مسلم ممالک میں غیر مسلموں کے معابد: فقہ اسلامی کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ



ISSN (P): 2618-1134
ISSN (E): 2618-1142

PLACES OF WORSHIP OF NON-MUSLIMS IN MUSLIM COUNTRIES: A RESEARCH REVIEW IN THE LIGHT OF ISLAMIC JURISPRUDENCE

Homepage URL:
https://www.alilmjournal-gcwus.com/index.php/al-ilm

Issue URL:
https://www.alilmjournal-gcwus.com/index.php/al-ilm/issue/view/13

Arshad Aziz
Lecturer, Government College Miyanwali, PhD Scholar, Ghomal University, DG Khan
Email: arshadaziz207@gmail.com

Received: 08-08-2022
Accepted: 12-04-2023
Published: 25-06-2023

ABSTRACT

Minorities in Muslim countries have the right to religious freedom. But they are facing some problems in terms of places of worship in Muslim countries. These problems include problems like construction, renovation, security and supervision of places of worship and visiting them. In this research article, an attempt has been made to find a solution to these problems in the light of Islamic jurisprudence. In this regard, this research will be helpful in solving the conflicts in Muslim countries and will inform the Muslim rulers about their responsibilities. Islamic law is based on the Qur'an and Sunnah, but there are interpretations of divine orders in the books of jurisprudence. The most important book on this subject is "Ahkam ahl aldhimah" by Imam Ibn Qayyim al-Jawziyyah's. However, the jurists of all Muslim groups have discussed these issues in their books. This topic is worthy of research in Urdu language. According to my knowledge no significant research has come out in Urdu language related to this topic, so there is a need to research it. Original Sources and modern research methods will be used for research.

Keywords: *Worship, non-Muslims, Permissibility, Jurisprudence, Islam*

How to Cite: Arshad Aziz. "مسلم ممالک میں غیر مسلموں کے معابد: فقہ اسلامی کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ" Al-Ilm 7, no. 1 (2023): 32-53.

موضوع کا تعارف

مسلم ممالک میں غیر مسلم اقلیتیں آباد ہیں جن کے لئے فقہ اسلامی میں اھل الذمہ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ان اقلیتوں کو شناختی کارڈ جاری ہونے یا شہریت حاصل ہونے کے بعد تقریبا برابر کے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ان کا ایک اہم حق مذہبی آزادی بھی ہے۔انہیں اپنی عبادت کے لئے ایک عبادت گاہ کی ضرورت ہوتی ہے۔مسلم ممالک کو غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے بارے میں چند مسائل کا سامنا ہے۔ جن میں ان کی تعمیر و مرمت کا کام،ان کی تزئین وآرائش،ان کی حفاظت و نگرانی اور ان کی سیر وسیاحت جیسے مسائل شامل ہیں۔تاہم تحقیق کا سوال یہ ہے کہ کیا غیر مسلم ایک مسلم ملک میں اپنی عبادتگاہ تعمیر کر سکتا ہے؟کیا مسلمان غیر مسلموں کے عبادت خانہ کی تعمیر میں حصہ لے سکتے ہیں؟کیا مسلم ریاست ان عبادت خانوں کی حفاظت کی ذمہ دار ہو گی؟ کیا مسلمان ان مندروں اور گرجاگھروں کی سیر کر سکتے ہیں؟وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے سوالات کے جوابات اسلامی قانون یعنی فقہ اسلامی کی روشنی میں تلاش کرنا ہی مقصد تحقیق ہے۔یہ تحقیق جہاں مسلم معاشروں میں ہونے والے تنازعات کے حل میں مدد ومعاون ثابت ہو گی وہیں پر مسلم حکمرانوں کو ان کی ذمہ داریوں سے بھی آگاہ کرے گی۔

اسلامی فقہ کی کتب میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے بارے میں احکامات کی تشریح ملتی ہے۔قرآن مجید کی ایک آیت میں کفار کی عبادت گاہوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں جن کی تفسیر تقریبا تمام تفاسیر میں موجود ہے۔جامع ترمذی،سنن ابی داؤد،سنن ابن ماجہ اور سنن البیھقی میں چند احادیث اور حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا فتوی موجود ہے،جسے امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب الخراج میں بھی ذکر کیا ہے۔امام محمد کی کتاب "السیر الکبیر اور شرح السیر الکبیر میں بھی کچھ احکامات اور ان کی تشریح موجود ہے۔رد المحتار علی در المختار میں اس پر قدرے تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔تمام مسالک کی نمائندہ کتب مثلا ابن حزم کی المحلی،ابن قدامہ کی المغنی،امام شافعی کی کتاب الام،مالکی مسلک کی مشہور کتاب مدونۃ الکبریٰ میں اور علامہ کاسانی کی بدائع الصنائع،ابن نجیم کی بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ان سے متعلق احکامات کو ذکر کیا گیا ہے۔ابن تیمیہؒ کی مسألة فی الكنائس اور امام ابن قیمؒ کی احكام اهل الذمة اس سلسلہ کی مستقل کتابیں ہیں۔تاریخ طبری میں بھی حضرت عمرؓ کا وہ معاہدہ موجود ہے جو انہوں نے بیت المقدس کی فتح کے وقت لکھوایا تھا۔ہندوستان کے علماء نے اپنے فتاوی کی کتب میں بھی ان سے متعلق احکامات کا ذکر کیا ہے۔عربی میں اس موضوع پر مستقل کتب موجود ہیں لیکن میری معلومات کی حد تک اردو زبان میں تحقیق نہیں کی گئی لہذا اس طرز پر تحقیق کرنے کی ضرورت موجود ہے۔

دارالاسلام / اسلامی ملک کی تعریف:

اسلامی ملک کو دارالاسلام بھی کہا جاتا ہے۔ دار سے مراد ایسا علاقہ جو محدود رقبہ، آبادی اور حکومت پر مشتمل ہو۔ جبکہ اسلام اللہ تعالی کی طرف سے نازل کئے گئے مذہب کا نام ہے۔ دارالاسلام کی دو اقسام ہیں:

(1) دارالاسلام حقیقی

(2) دارالاسلام حکمی

1۔ دارالاسلام حقیقی:

دارالاسلام سے مراد ایسا ملک ہے جہاں آئینی طور پر اسلامی احکام اور قوانین نافذ ہوں اور اس ملک کے حکمران مسلمان ہوں۔ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"دارالاسلام هی التی نزلها المسلمون وجرت علیهااحکام الاسلام"[1]

"دارالاسلام وہ ہے جس پر مسلمانوں کا نزول ہو اور اس پر اسلامی احکام نافذ ہوں"

غرض حقیقی طور پر دار الاسلام وہی ہو گا جس پر مسلمانوں کی حکومت ہو اور اس میں دستوری یا آئینی طور پر اسلامی احکام نافذ ہوں۔

2۔ دارالاسلام حکمی:

ایسا ملک جہاں الہامی قوانین کی بجائے انسانوں کے بنائے گئے بین الاقوامی قوانین نافذ ہوں، مسلمانوں کو ان کی عبادات سرانجام دینے کی اجازت ہو اور حکومت بھی مسلمانوں کے پاس ہو تو اسے دارالاسلام حکمی کہیں گے۔ اس وقت دنیا کے نقشے پر موجود اسلامی ممالک دارالاسلام حکمی تصور کئے جائیں گے۔ دار الاسلام اس لئے قرار دیا جائے گا کہ کافر قابض نہ ہوں اور مسلمان اپنے علاقہ کا دفاع کریں۔

مفتی رشید احمد نے اسلامی ملک کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ

" جس ملک میں اگرچہ عملاً احکام اسلام کا نفاذ نہ ہو مگر تنفیذ احکام پر قدرت ہو وہ دارالاسلام ہے۔ اس معنی سے اسے اسلامی ملک بھی کہا جا سکتا ہے۔ مگر ایسے ملک کی حکومت کو اس وقت تک حکومت اسلامیہ نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ وہ احکام اسلام کی تنفیذ نہ کرے۔"[2]

غرض ایسا ملک جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے لیکن عملی طور پر وہاں اسلامی احکام نافذ نہیں ہیں، لیکن حکومت اسلامی احکامات کو نافذ کرنے کی طاقت رکھتی ہے تو ایسا ملک اسلامی ملک کہلائے گا۔ لیکن وہاں کی حکومت اسلامی حکومت نہیں کہلائے گی۔ جب حکومت اسلامی احکامات کو نافذ کرے گی تو اس وقت وہ اسلامی حکومت کہلائے گی۔

مسلم ممالک کا مختصر تعارف

اس وقت دنیا کے نقشے پر 194 ممالک موجود ہیں۔ ان میں سے مسلم ممالک کی تعداد انسٹھ ہے۔ یہ ممالک اسلامی کانفرنس تنظیم کے باقاعدہ رکن ہیں۔ ان انسٹھ اسلامی ممالک میں سے چھبیس کا تعلق براعظم ایشیا سے، انتیس کا تعلق براعظم افریقہ سے اور چار کا تعلق براعظم یورپ سے ہے۔ اس طرح مسلم ممالک تین براعظموں ایشیا، افریقہ اور یورپ میں واقع ہیں۔ مسلم ممالک کا کل رقبہ 13.1 ملین مربع میل ہے۔ یہ دنیا کے کل رقبے کا تیئیس فیصد ہے۔ ان کی مشرقی سرحد بحر الکاہل، مغربی سرحد بحر اوقیانوس، شمال میں رشیئن فیڈریشن اور جنوب میں کانگو (افریقہ) تک محیط ہے۔ مسلم ممالک میں رقبہ کے لحاظ سے قازقستان سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ جس کا رقبہ دس لاکھ انچاس ہزار مربع میل ہے۔ یہ دنیا کا نواں بڑا ملک ہے۔ رقبہ کے لحاظ سے سوڈان دوسرے، الجزائر تیسرے اور سعودی عرب چوتھے نمبر پر آتے ہیں۔ قازقستان برطانیہ سے گیارہ گنا، فرانس سے پانچ گنا اور جاپان سے سات گنا بڑا ہے۔ مسلم ممالک میں سے آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک انڈونیشیا ہے۔ جبکہ پوری دنیا میں آبادی کے لحاظ سے چوتھے نمبر پر ہے۔ یہ مشرق بعید میں واقع آخری اسلامی ملک ہے جو سترہ ہزار جزائر پر مشتمل ہے۔ مسلم ممالک کی آبادی ایک ارب سینتالیس کروڑ ہے جو دنیا کی آبادی کا بیس فیصد ہے۔ اس طرح دنیا میں آباد ہر پانچواں فرد مسلمان ہے۔ مسلم ممالک کو کئی اہم آبی راستوں پر کنٹرول حاصل ہے۔ خلیج میں واقع مسلم ممالک تیل کی دولت سے مالامال ہیں۔ مصر شمالی افریقہ میں واقع ایک اہم اسلامی ملک ہے جسے نہر سویز اور اہرام مصر کی وجہ سے عالمی شہرت حاصل ہے۔ سعودی عرب دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ نما ہے۔ اسے مکہ اور مدینہ کی وجہ سے عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت، اسلام کا قلعہ اور واحد اسلامی ایٹمی قوت ہے۔ ترکی براعظم ایشیا اور یورپ میں واقع ہے۔ مسلم ممالک کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ دنیا کا سب سے لمبا دریا دریائے نیل مصر میں واقع ہے، دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے ٹو پاکستان میں واقع ہے اور دنیا کا تیسرا بڑا جزیرہ بورنیو انڈونیشیا میں واقع ہے۔ غرض مسلم ممالک کئی قسم کے قدرتی وسائل سے مالامال ہیں۔[3]

غیر مسلم اقلیتیں:

اسلامی حکومت کے زیر اثر بسنے والے غیر مسلم ذمی کہلاتے تھے۔ یہ اسلامی حکومت کو جزیہ ادا کرتے تھے جس کی وجہ سے اسلامی ریاست ان کے جان، مال اور عزت کی حفاظت کرتی تھی۔ عصر حاضر میں مسلم ممالک میں بسنے والے غیر مسلم اقلیت کہلاتے ہیں۔ اقلیت ایک سیاسی اصطلاح کے طور پر عالمی سطح پر مستعمل ہے۔ یعنی کسی ملک میں ایسا کم تعداد والا گروہ جو مذہب، رنگ، نسل یا زبان کے لحاظ سے وہاں کی اکثریت سے مختلف پہچان رکھتا ہے۔ اقلیات شہری اور سیاسی لحاظ سے اکثریت کے برابر حقوق حاصل کرنے کا مطالبہ کرتی ہیں۔ تاہم انہیں

علاحدہ تشخص بر قرار رکھنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔اب یہ کسی خاص قسم کا ٹیکس ادا نہیں کرتے تاہم ان کو تقریبا شہریوں جیسے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ محمد قطب غیر مسلم اقلیتوں کے سلسلہ میں فقہ اسلامی کا ایک اصول بیان کیا گیا ہے:

"غیر مسلموں پر مسلمانوں کی طرح فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ قرآن مجید مسلمانوں کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ وہ غیر مسلموں سے رحمدلانہ اور منصفانہ سلوک کریں۔عبادت کے معاملے میں وہ نہ صرف مسلمانوں کی طرح آزاد ہوتے ہیں بلکہ اسلامی ریاست کے شہری ہونے کی حیثیت سے معاشرتی حقوق و فرائض سے بھی اسی طرح فائدہ اٹھاتے ہیں جس طرح مسلمان آبادی ان سے بہرہ مند ہوتی ہے۔مزید بر آں اسلام مسلمانوں اور غیر مسلموں کے باہمی تعلقات کو مضبوط بناتا ہے۔اس غرض کے لئے وہ مسلمانوں کو غیر مسلموں (اہل کتاب) کے گھر جانے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے کی بھی اجازت دیتا ہے جیسا کہ انتہائی عزیز دوستوں کے ہاں کھایا جاتا ہے ۔یہی نہیں بلکہ اسلام مسلمانوں کو غیر مسلموں سے شادی بیاہ تک کی اجازت دیتا ہے جو سماجی رشتوں میں سے مضبوط ترین رشتہ اور تعلق ہوتا ہے۔"[4]

پروفیسر آرنلڈ اپنی کتاب (The Preaching of Islam) میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"یہ بات کہ ان لوگوں کا قبول اسلام کسی طاقت یا جبر کا نتیجہ نہیں تھا۔ان خوشگوار تعلقات سے بھی واضح ہوتی ہے جو اس زمانے کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان موجود تھے۔خود محمد ﷺ نے کئی ایک عیسائی قبائل سے معاہدات کئے جن کی رو سے آپ ﷺ نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا اور انہیں اپنے مذہب پر آزادی سے عمل کرنے کی ضمانت دی اور ان کے مذہبی پیشواؤں کے ان تمام حقوق اور اقدار کو قائم رکھا جو انہیں اسلام سے قبل حاصل تھا۔"[5]

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی تعمیر سے متعلق احکامات:

اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کے عبادت خانوں کی تعمیر سے متعلق احکام کی نوعیت تین طرح کی ہے۔جس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے بڑے شہر تین قسم کے ہوتے ہیں۔اس لئے ان کے احکام ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

ا۔مسلمانوں کے آباد کردہ شہر:

پہلی قسم کے شہر وہ ہیں جو مسلمانوں نے آباد کئے ہیں۔ایسے شہروں میں غیر مسلموں کا کوئی حق موجود یا محفوظ نہیں ہے ،جس کی حفاظت کرنا مسلمانوں یا مسلم حکمرانوں کے اوپر لازم ہو۔اس لئے ایسے شہروں میں غیر مسلموں کو عبادت گاہ بنانے کی اجازت دینا اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور مسلمانوں کے اتحاد جیسے فرائض کو

مکمل کرنے میں باعث تشویش ہے۔ لہذا اس قسم کے شہروں یا ممالک میں غیر مسلموں کو نئی عبادت گاہ تعمیر کرنے کی اجازت دینا انتظامی اور شرعی اعتبار سے غلط ہے یہ اجازت مسلمانوں کے لئے کسی اور مذہب کو فروغ دینے کے مترادف ہو گی۔ اسلامی ملک میں کفار کے عبادت خانہ کو تعمیر نہ کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے، جس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لَا اِخْصَاءَفِی الْاِسْلَامِ وَلَا بُنْیَانَ کَنِیْسَةٍ"[6]

"اسلام میں خصی کرنا اور کنیسہ تعمیر کرنے (کی اجازت) نہیں ہے۔"

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے تاہم فقہاء نے اس سے کفار کے عبادت خانے تعمیر نہ کرنے کی دلیل پکڑی ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا اہل عجم کو مسلمانوں کے مرکزی شہروں میں کسی نئے گرجا گھر یا بیعہ کی تعمیر کا حق حاصل ہے؟ آپؓ نے فرمایا:

"أَیُّمَا مِصْرٍ اتَّخَذَهُ الْعَرَبُ فَلَیْسَ لِلْعَجَمِ أَنْ یَبْتَنُوا فِیهِ بِیعَةً أَوْ قَالَ کَنِیسَةً وَلاَ یَضْرِبُوا فِیهِ بِنَاقُوسٍ وَلاَ یُدْخِلُوا فِیهِ خَمْرًا وَلاَ خِنْزِیرًا وَأَیُّمَا مِصْرٍ اتَّخَذَهُ الْعَجَمُ فَعَلَى الْعَرَبِ أَنْ یَفُوا لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ فِیهِ وَلاَ یُکَلِّفُوهُمْ مَا لاَ طَاقَةَ لَهُمْ بِهِ۔"[7]

"جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے ان میں ذمیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ نئے معابد اور کنائس تعمیر کریں یا ناقوس بجائیں یا اعلانیہ شراب اور سؤر کا گوشت بیچیں۔ باقی رہے وہ شہر جو عجمیوں کے آباد کئے ہوئے ہیں اور جن کو اللہ تعالی نے مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح کیا اور انہوں نے مسلمانوں کے حکم کی اطاعت قبول کر لی تو عجم کے لئے وہی حقوق ہیں جو ان کے معاہدہ میں طے ہو جائیں اور مسلمانوں پر ان کا ادا کرنا لازم ہے۔"

کتاب الخراج میں امام ابو یوسفؒ نے بھی اسی فتوی کو بیان کیا ہے۔ امام مالکؒ کا قول مدونۃ الکبری میں اس طرح بیان ہوا ہے:

"قلت ارایت هل کان مالک یقول :لیس للنصاری ان یحدثوا الکنائس فی بلاد الإسلام قال نعم کان مالک یکره ذلک[8]"

"میں نے کہا بھلا بتاؤ تو سہی کیا امام مالک فرماتے تھے: عیسائیوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسلامی ممالک میں گرجا گھر تعمیر کریں، اس نے کہا ہاں، امام مالک اسے ناپسند کرتے تھے۔"

امام ابن تیمیہؒ اس سلسلہ میں تمام مسلمانوں کا اجماع نقل کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے علاقوں میں کوئی غیر مسلم اپنی عبادت گاہ تعمیر نہیں کر سکتا، نیز وہ لکھتے ہیں:

"والمدینة التی یسکنها المسلمون والقریة التی یسکنها المسلمون وفیها مساجد المسلمین لا یجوز

ان یظھرفیھا شیء من شعائر الکفر لا کنائس ولا غیرھا "[9]

"اور ایسا شہر جس میں مسلمان رہائش پذیر ہوں اور بستی جس میں مسلمان رہائش پذیر ہوں اور اس میں مسلمانوں کی مساجد ہوں اس شہر یا بستی میں کفر کی علامات اور گرجاگھر اور اس کے علاوہ کسی چیز کا اظہار کرنا جائز نہیں۔"

غرض ایسے شہر جو مسلمانوں نے آباد کئے اور وہاں کی آبادی خالصتا مسلمانوں پر مشتمل ہے تو وہاں کفار کو نئے عبادت خانے تعمیر کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

۲۔ مسلمانوں کے مفتوحہ علاقے:

دوسری قسم ان شہروں کی ہے جو مسلمانوں نے کفار کے ساتھ باقاعدہ جنگ کے بعد فتح کیے ہوں۔ ایسے شہروں میں فاتح اور مفتوح اقوام کے درمیان سیاسی اور مذہبی تعلق منظم عمل داری چاہتا ہے۔ اس لئے غیر مسلموں کو ان کے مذہبی اور معاشرتی حقوق دینا اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اسلامی حکم کو پورا کرنے کے علاوہ ایک شرعی وانتظامی ضرورت بھی ہے۔ ایسے علاقوں میں کفار کو اپنی قدیم عبادتگاہوں کی حفاظت، اصلاح اور مرمت کی اجازت ہو گی۔ تاہم ان علاقوں میں کفار کو نئی عبادتگاہ کی تعمیر کی اجازت نہیں ہو گی۔ نئی عبادت گاہ صرف اسی صورت میں تعمیر ہو سکتی ہے جب ان علاقوں میں غیر مسلموں کی آبادی زیادہ ہو جائے اور اسلامی حکومت حالات کے پیش نظر اس کی تعمیر کی اجازت عطا کر دے۔

"وثانیھا مافتحه المسلمون عنوة فلا یجوز احداث شیئ فیھا بالاجماع"[10]

"اور دوسرا یہ کہ اسے مسلمانوں نے بزور فتح کیا ہو اس میں کوئی چیز تعمیر کرنا بالاجماع جائز نہیں۔"

مفتی رشید احمد لدھیانوی کا اس بارے میں فتوی یہ ہے کہ:

"غیر مسلموں کو اسلامی ملک میں نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہے، پرانی عبادتگاہیں باقی رکھ سکتے ہیں، ان کی مرمت بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن پرانی عمارت پر اضافہ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ان کا کوئی شہر فتح ہونے کے وقت اس میں اگر کوئی عبادت گاہ ویران تھی تو اسے نئے سرے سے آباد کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"[11]

غرض کسی ایسے ملک میں جسے مسلمانوں نے طاقت کی بنیاد پر فتح کیا ہو وہاں کفار نئے عبادت خانے تعمیر نہیں کر سکتے۔ تاہم پہلے سے موجود عبادت خانوں کی مرمت کروا سکتے ہیں۔

۳۔ مصالحت کی صورت میں آباد علاقے:

تیسری قسم اسلامی ریاست کے ان علاقوں کی ہے جو پہلے سے غیر مسلم آبادی پر مشتمل تھے اور اسلامی افواج کے جنگی اقدامات کے بجائے باہمی مصالحت سے اسلامی ریاست کی عمل داری میں شامل ہوئے ہوں تو ایسے علاقوں کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ سب سے پہلے صلح کی شرائط اور تفصیلات کو مد نظر رکھیں:

1۔ اگر صلح کی شرائط میں نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کا ذکر موجود ہے تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ اس لئے کہ تمام مسلمان شرعی اور اخلاقی طور پر اپنے معاہدات اور شرائط صلح کے پابند ہیں اور ان کی خلاف ورزی جرم ہے۔ ابن قیم الجوزیہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"واما الصلح فلهم ما صالحوا عليه يوفى لهم" [12]

"جہاں تک صلح کا تعلق ہے تو ان کے لئے ہے جس پر انہوں نے صلح کی، انہیں پورا پورا دیا جائے گا"

2۔ اگر صلح کی شرائط میں عبادتگاہوں سے متعلق ذکر نہ ہو تو پھر حضرت عمرؓ کی طے کردہ شرائط پر عمل ہو گا یعنی نئی عبادت گاہوں کی تعمیر سے بچا جائے گا جبکہ پرانی عبادت گاہوں کی اصلاح و مرمت اور حفاظت یقینی بنائی جائے گی۔ تاہم ان کی توسیع یا انتقال نہیں ہو سکے گا۔ اس بارے میں ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

"والواجب عند القدرة ان يصالحوا على ما صالحهم عليه عمر ويشترط عليهم الشروط المكتوبة فى كتاب عبدالرحمان بن غنم والا يحدثوا بيعة ولاصومعة راهب ولا قلاية فلو وقع الصلح مطلقا من غير شرط حمل على ما وقع عليه صلح عمر واخذوا بشروطه لانها صارت كالشرع فيحمل مطلق صلح الائمة بعده عليها۔"[13]

"اور طاقت کے وقت لازم ہے کہ وہ ان شرائط پر صلح کریں گے جن شرائط پر حضرت عمرؓ نے صلح کی تھی اور ان کے لئے وہ شرائط مطلوب ہیں جو عبدالرحمان بن غنم کی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ اور نہ ان میں گرجا گھر بنایا جائے، نہ راہب کا عبادت خانہ اور نہ، پھر اگر مطلقاً صلح ہو بغیر کسی شرط کے تو اس پر عمل کرو جس پر حضرت عمرؓ نے صلح کی تھی۔ اور اس صلح سے شرائط اخذ کی جائیں گی کیونکہ وہ شریعت کی مانند ہیں۔ پس وہ اپنے بعد کے ائمہ کی امانت رکھتا ہے۔"

3۔ اگر صلح اس بنیاد پر ہوئی ہو کہ مفتوحہ علاقوں کی زمینیں پہلے کی طرح غیر مسلموں کے پاس رہیں گی اور وہ اسلامی حکومت کو طے شدہ مالیہ اور لگان ادا کریں گے۔ اس صورت میں زمین اور آبادی کفار کی ہے، اس لیے انہیں اپنے علاقوں میں نئی عبادت گاہیں بنانے کا حق حاصل ہو گا۔ امان حاصل کرنے کی صورت میں کفار کے معابد منہدم نہیں کئے جائیں گے۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ حدیث ہے جو ابوداؤد نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران سے صلح کی، اسی حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

"عَلَى أَنْ لَا تُهْدَمَ لَهُمْ بَيْعَةٌ، وَلَا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ، وَلَا يُفْتَنُوا عَنْ دِينِهِمْ مَا لَمْ يُحْدِثُوا حَدَثًا أَوْ يَأْكُلُوا الرِّبَا۔"[14]

"اس شرط پر کہ ان کا کوئی گرجا نہ گرایا جائے گا، اور کوئی پادری نہ نکالا جائے گا، اور ان کے دین میں مداخلت نہ کی جائے گی، جب تک کہ وہ کوئی نئی بات نہ پیدا کریں یا سود نہ کھانے لگیں۔"

جب تک شرائط پر کاربند رہے انہیں امان حاصل رہی اور جب اپنی شرائط پر پورا نہ اترے تو ان سے معاہدہ ختم کر دیا۔

ابن قیمؒ اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

"ان يصالحهم على ان الأرض لهم ولنا الخراج عليها او يصالحهم على مال يبذلونه وهى الهدانة فلا يمنعون من احداث مايختارونه فيها لان الدار لهم كما صالح رسول الله ﷺ اهل نجران ولم يشترط عليهم الا يحدثوا كنيسة ولا ديرا"[15]

"ان کے ساتھ یہ سمجھ کر صلح کر لی جائے کہ زمین ان کی ہے اور اس پر ہمارا ٹیکس ہے اور یہ صلح ہے، اس لئے انہیں اس میں جو کام کرنا ہے اسے کرنے سے نہیں روکا جاتا۔ کیونکہ گھر ان کے لئے ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران سے صلح کی اور ان پر شرط نہیں تھی کہ وہ گرجا گھر یا خانقاہ نہ بنائیں۔"

ابن نجیم کنز الدقائق کی شرح بحر الرائق میں لکھتے ہیں:

"فان صالحهم على ان الأرض لهم ولنا الخراج جاز احداثهم"[16]

"پھر اگر ان سے اس بات پر صلح ہو جائے کہ ان کے لئے زمین ہے اور ہمارے لئے خراج، ان کے لئے تعمیر کرنا جائز ہے۔"

اسی طرح ایسے مقامات جو اب مصر یعنی بڑے شہر نہ رہے ہوں۔ امام نے ان کو چھوڑ دیا ہو۔ وہاں جمعہ اور عیدین کی نمازیں یا حدود قائم نہ ہوتی ہوں وہاں بھی ذمیوں کو اپنے نئے عبادت خانے تعمیر کرنے اور اپنی دینی علامات کو ظاہر کرنے کا حق حاصل ہے۔

ذمیوں کے لئے احکام:

صلح کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ جزیہ لے کر صلح کی جائے۔ جزیہ دینے والے ذمی کہلاتے ہیں۔ ان کے بارے میں امام مالکؒ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ کیا ذمی گرجا گھر تعمیر کر سکتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا:

"سالت مالكا هل لاهل الذمة ان يتخذوا الكنائس فى بلاد الإسلام ؟ فقال:لاالا ان يكون لهم شيئ اعطوه"[17]

"میں نے امام مالکؒ سے سوال کیا کہ کیا ذمی اسلامی ممالک میں گرجا گھر تعمیر کر سکتے ہیں؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ ان کے لئے کوئی چیز ہو تو وہ ان کو دے دو۔"

امام ابن تیمیہؒ بھی مسلم ممالک میں ذمیوں کو عبادت گاہ تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دیتے، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

"قداتفق المسلمون على ان مانباه المسلمون من المدائن لم يكن اهل الذمة ان يحدثوا فيها كنيسة مثل ما فتحه المسلمون صلحا وابقوا لهم كنائسهم القديمة بعد ان شرط عليهم فيه

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الا یحدثوا کنیسۃ فی الارض الصلح فکیف فی بلاد المسلمین" [18]
"تحقیق مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ جو شہر مسلمانوں نے بنائے ہیں ذمیوں کو اس میں گرجاگھر نہیں بنانا چاہیے جیسے جو مسلمانوں نے صلح کے طور پر فتح کئے ہوں اور ان کے لئے پرانے گرجاگھر باقی رکھیں ان پر شرط لگانے کے بعد، اس میں عمر بن خطابؓ کہ صلح کی زمین میں گرجاگھر تعمیر نہیں کیا جاسکتا تو مسلمان ممالک میں کیسے تعمیر کیا جاسکتا ہے؟"

ان کی دلیل یہ حدیث ہے، جس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَصْلُحُ قِبْلَتَانِ فِی اَرْضٍ وَاحِدَةٍ وَلَیْسَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ جِزْیَةٌ"[19]

"ایک سرزمین پر دو قبلے ہونا درست نہیں اور نہ ہی مسلمانوں پر جزیہ درست ہے"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

"لَاتَکُونُ قِبْلَتَانِ فِی بَلَدٍوَاحِدٍ"[20]

"ایک ملک میں دو قبلے نہیں ہوسکتے۔"

ان احادیث اور اجماع کو بنیاد بنا کر وہ ذمیوں کو عبادت گاہ تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

غرض مسلمانوں کی شہروں کی آبادکاری کے لحاظ سے احکامات مختلف ہوں گے۔ اگر مسلمانوں نے خود کسی علاقہ کو آباد کیا ہے تو وہاں کفار اپنی عبادت گاہ تعمیر نہیں کرسکتے۔ اگر مسلمانوں نے کسی علاقہ کو فتح کیا ہے تو وہاں قدیم عبادتگاہوں کی حفاظت اور مرمت تو کرسکتے ہیں لیکن کوئی نئی عبادت گاہ تعمیر نہیں کرسکتے۔ اگر ایسے علاقوں میں کفار کی آبادی زیادہ ہو جائے تو وہ وہاں عبادت خانہ تعمیر کرسکتے ہیں۔ اگر علاقے صلح کے تحت آباد ہیں تو صلح کی شرائط پر غور کرنا ہو گا۔ صلح کی شرائط میں کوئی ایسی شرط موجود ہے تو مسلمان معاہدہ کے پابند ہیں۔ اگر شرط موجود نہیں ہے تو مسلمان اس معاہدے پر عمل کریں گے جو حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کی فتح کے وقت کیا تھا۔ اگر مفتوحہ زمینیں کفار کے پاس ہیں تو انہیں عبادت خانے تعمیر کرنے کی اجازت ہو گی لیکن اگر مفتوحہ زمینوں پر مسلمان آباد ہیں تو پھر نئے عبادت خانے تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔

مسلمان ممالک میں گرجاگھروں کی تعمیر کی تاریخ:

پہلی صدی ہجری میں مصر میں کئی گرجاگھر تعمیر کئے گئے، مثلاً اسکندریہ کا گرجہ "مارمرقس" جو 39 سے 52 ہجری کے درمیان تعمیر کیا گیا۔ اسی طرح روم کا پہلا گرجا فسطاط میں مسلمہ بن مخلد کی حکومت مصر میں 47ھ سے 68ھ کے درمیان تعمیر کیا گیا۔ عبدالعزیز بن مروان نے جب حلوان کا شہر آباد کیا تو اس میں گرجا تعمیر کرنے کی اجازت دی۔ اس کے علاوہ انہوں نے کچھ راہبوں کو مزید خانقاہیں تعمیر کرنے کی بھی اجازت دی۔ ایسی ہی اور بہت سی

مثالیں ملتی ہیں۔ مورخ المقریزی نے اپنی کتاب "الخطط" میں کئی مثالیں بیان کرنے کے بعد ان الفاظ پر اختتام کیا ہے کہ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ قاہرہ کے مذکورہ تمام گرجے اسلامی دور میں تعمیر کئے گئے۔[21]

اسلامی تاریخ میں مسلمان حکمرانوں کی طرف سے غیر مسلموں کی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کا حکم ملتا ہے۔ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے عہد حکمرانی میں غیر مسلموں کے عبادت خانے تعمیر کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ان کے اس طرز عمل کا فقہی طور پر جائزہ لینا ضروری ہے۔چناں چہ ذیل میں اسی سے متعلق ایک فقہی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کی طرف سے غیر مسلموں کی عبادتگاہ تعمیر کرنے کا حکم:

اسلامی ریاست غیر مسلموں کے مذہبی معاملات میں جو مراعات دیتی ہے ان کی بنیاد رواداری، انسانی حقوق کی پاسداری اور جذبہ خیر سگالی ہے۔انہیں مذہبی معاملات میں مشترک عمل سمجھنا شرعی اور اخلاقی طور پر ناجائز ہے۔ہر انسان اپنی عبادت گاہ کی تعمیر اور اس کی اصلاح و مرمت کو اپنے لئے عبادت اور باعث سعادت تصور کرتا ہے۔وہ اس پر خرچ عبادت کی نیت سے کرتا ہے۔کفار کے عبادت خانے نافرمانی کے گھر ہیں کیونکہ وہ خدا کے شریک بناتے ہیں۔اس کے انبیا کی توہین کرتے ہیں، قرآن کی توہین کرتے ہیں، اس کا مذاق اڑاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔اس لئے کسی مسلمان کے لئے یہ بالکل جائز نہیں کہ وہ اپنی رقم سے کوئی بھی کلیسا یا مندر کی تعمیر کرے یا اس کی تعمیر کے لئے وصیت کرے۔علماء امت کا اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

علامہ علاؤ الدین کاسانی نے کسی مسلمان کی ایسی وصیت کو باطل قرار دیا ہے جو کسی گرجا گھر یا کنیسہ کی تعمیر سے متعلق ہو۔اس لئے کہ یہ وصیت گناہ اور نافرمانی پر مشتمل ہے:

"وَلَوْ أَوْصَى الْمُسْلِمُ لِبِيْعَةٍ أَوْ كَنِيسَةٍ بِوَصِيَّةٍ ، فَهُوَ بَاطِلٌ لِأَنَّهُ مَعْصِيَةٌ"[22]

"اور اگر مسلمان گرجا گھر یا کنیسہ تعمیر کرنے کی وصیت کرے تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ گناہ ہے"

مالکی مذہب کی مشہور کتاب مدونۃ الکبریٰ میں ہے:

"سئل ابن القاسم : قُلْتُ : أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ ، أَيَحِلُّ لَهُ أَنْ يُؤَاجِرَ نَفْسَهُ فِي عَمَلِ كَنِيسَةٍ فِي قَوْلِ مَالِكٍ ؟ قَالَ : لَا يَحِلُّ لَهُ ؛ لِأَنَّ مَالِكًا قَالَ : لَا يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ فِي شَيْءٍ مِمَّا حَرَّمَ اللَّهُ وَلَا يُكْرِي دَارِهِ وَلَا يَبِيعَهَا مِمَّنْ يَتَّخِذُهَا كَنِيسَةً ،"[23]

"ابن قاسم سے سوال کیا گیا: میں نے کہا: کیا تم نے آدمی کو دیکھا؟ مالک کے الفاظ میں کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے آپ کو چرچ کے کاموں میں مشغول کرے؟ فرمایا اس کے لئے جائز نہیں ہے: اس لئے کہ امام مالکؒ نے فرمایا: آدمی اپنے آپ کو اس چیز میں مشغول نہیں کر سکتا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہو۔وہ اپنا گھر کرائے پر نہیں دیتا اور نہ ہی اسے ان لوگوں کو فروخت کرتا ہے جو اسے چرچ کے طور پر لیتے ہیں۔"

امام شافعیؒ اپنی کتاب "کتاب الام" میں فرماتے ہیں:

"فَإِذَا أَوْصَى النَّصْرَانِيُّ بِأَكْثَرَ مِنْ ثُلُثِهِ فَجَاءَنَا وَرَثَتُهُ أَبْطَلْنَا مَا جَاوَزَ الثُّلُثَ إنْ شَاءَ الْوَرَثَةُ ، كَمَا نُبْطِلُهُ إنْ شَاءَ وَرَثَةُ الْمُسْلِمِ. وَلَوْ أَوْصَى بِثُلُثِ مَالِهِ أَوْ بِشَيْءٍ مِنْهُ يَبْنِي بِهِ كَنِيسَةً لِصَلَاةِ النَّصَارَى ، أَوْ يَسْتَأْجِرُ بِهِ خَدَمًا لِلْكَنِيسَةِ،أَوْ يَعْمُرُ بِهِ الْكَنِيسَةَ،أَوْ يَسْتَصْبِحُ بِهِ فِيهَا،أَوْ يَشْتَرِي بِهِ أَرْضًا فَتَكُونُ صَدَقَةً عَلَى الْكَنِيسَةِ وَتَعْمُرُ بِهَا أَوْ مَا فِي هَذَا الْمَعْنَى كَانَتْ الْوَصِيَّةُ بَاطِلَةً"[24]

"اگر کوئی عیسائی اس کے تہائی سے زیادہ کی وصیت کرتا ہے اور اس کے وارث ہمارے پاس آتے ہیں تو ہم ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کو منسوخ کر دیتے ہیں، اگر ورثاء چاہیں تو اسی طرح ہم اسے منسوخ کر دیتے ہیں، اگر مسلمان وارث چاہیں۔ اور اگر وہ اپنی رقم کا تہائی حصہ یا اس میں سے کچھ عیسائیوں کی نماز کے لیے گرجا گھر بنانے کی وصیت کرتا ہے، یا کلیسا کے لیے نوکر لگاتا ہے، یا اسے کلیسا میں تعمیر کرتا ہے، یا اس میں باغ کے طور پر استعمال کرتا ہے، یا اس سے زمین خریدتا ہے، تاکہ یہ کلیسا کے لیے صدقہ ہے اور تم اس کے ساتھ رہو، یا جو کچھ اس معنی میں ہے، وصیت باطل ہو گی۔"

ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"وَلَا تَصِحُّ الْوَصِيَّةُ بِمَعْصِيَةٍ وَفِعْلٍ مُحَرَّمٍ،مُسْلِمًا كَانَ الْمُوصِي أَوْ ذِمِّيًّا،فَلَوْ وَصَّى بِبِنَاءِ كَنِيسَةٍ أَوْ بَيْتِ نَارٍ،أَوْ عِمَارَتِهِمَا ، أَوْ الْإِنْفَاقِ عَلَيْهِمَا ، كَانَ بَاطِلًا. وَبِهَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ"[25]

"وصیت نافرمانی اور حرام فعل کے ساتھ درست نہیں، وصیت کرنے والا مسلمان یا ذمی تھا، پھر اگر اس نے چرچ یا آتشکدہ بنانے یا ان دونوں کو تعمیر کرنے یا ان دونوں پر خرچ کرنے کی وصیت کی تو یہ باطل ہو گی اور یہی بات شافعی نے کہی۔"

ابن حزم لکھتے ہیں:

"وَلَا تَحِلُّ وَصِيَّةٌ فِي مَعْصِيَةٍ،لَا مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مِنْ كَافِرٍكَمَنْ أَوْصَى بِبُنْيَانِ كَنِيسَةٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ ، لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[26] وقوله تعالى:وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ[27]فَمَنْ تَرَكَهُمْ يُنَفِّذُونَ خِلَافَ حُكْمِ الْإِسْلَامِ وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى مَنْعِهِمْ فَقَدْ أَعَانَهُمْ عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" [28]

"گناہ کے کام میں وصیت جائز نہیں، نہ کسی مسلمان سے اور نہ کسی کافر سے، کسی ایسے شخص کی طرح جس نے چرچ یا کچھ اور بنانے کی وصیت کی ہو، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: گناہ اور سرکشی کے کام میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: لہذا ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ جس نے ان کو اسلام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چھوڑا اور وہ ان کو روکنے پر قادر ہے تو اس نے گناہ اور زیادتی میں ان کی مدد کی۔"

اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ایک اُصول کے طور پر بیان کی جاتی ہے کہ جس نے کسی برائی کو جاری کیا تو جب تک وہ برائی ہوتی رہے گی اس کے عذاب میں اضافہ ہوتا رہے گا اور اسی طرح اگر کوئی کسی نیکی کی ابتدا کرتا ہے تو جب تک وہ نیکی جاری رہے گی شروع کرنے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔

"عَنْ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا، كَانَ لَهُ أَجْرُهَا وَمِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا"[29]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اور اس پر لوگوں نے عمل کیا تو اسے اس کے (عمل) کا اجر و ثواب ملے گا، اور اس پر جو لوگ عمل کریں ان کے اجر کے برابر بھی اسے اجر ملتا رہے گا، اس سے ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہو گی، اور جس نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اس پر اور لوگوں نے عمل کیا تو اس کے اوپر اس کا گناہ ہو گا، اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اسی پر ہو گا، اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہو گی ۔"

مسلمانوں پر پابندی ہے کہ وہ غیر مسلموں کے عبادت کے اُمور میں ہر گز شرکت نہ کریں، ورنہ کفر اختیار کرنے یا کفر پر رضامند ہونے کی خرابی لازم آئے گی، جس سے آپ کا ایمان و عقیدہ متاثر ہو گا۔

اسی وجہ سے فقہاء کرامؒ نے غیر مسلم عبادت گاہوں کے حوالے سے جہاں اسلام کے فراخ دلانہ احکام کو تمام جزئیات کے ساتھ بیان فرمایا ہے، وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ غیر مسلم اپنی عبادت گاہوں کی اصلاح و مرمت اور تعمیر وغیرہ خود کریں گے، ان کے اس عملِ عبادت میں کوئی مسلمان فرد یا حاکم شریک نہیں ہو گا، نیز سرکاری خزانہ سے بھی یہ ضرورت اور معاونت بجا نہیں لائی جا سکتی، ہاں! اگر اس کے علاوہ غیر مسلم رعایا کی کوئی بھی ضرورت ہو تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بیت المال کی مختص مدات سے بھرپور تعاون کرنا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔

اس سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ اسلامی ریاست کے سرکاری خزانے سے غیر مسلموں کی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی ممانعت و حرمت کسی امتیازی سلوک اور تنگ نظری کی بنیاد پر نہیں، بلکہ نظریۂ عبادت میں حدِ امتیاز رکھنے کے لیے یہ ممانعت ہے، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی مسلمان فرد یا حاکم سے یہ کہنا کہ آپ کے لیے بت پرستوں کے بت کی پرستش میں شریک ہونا جس طرح حرام ہے، اسی طرح ان کی عبادت گاہ کی تعمیر و ترمیم میں مالی و عملی شرکت بھی حرام ہے۔[30]

اہلسنت کے چاروں مسالک کی نمائندہ اور معتبر کتب سے اس مسئلہ پر رائے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کیا مسلمان غیر مسلموں کی عبادت گاہ تعمیر کر سکتے ہیں؟ کیا مسلمان اپنے بیت المال سے عبادت گاہ کی تعمیر میں مالی

معاونت کر سکتے ہیں؟اور کیا مسلمان بطور مزدور اس عبادت گاہ کی تعمیر میں حصہ لے کر اجرت حاصل کر سکتے ہیں؟کیاان کے لئے اس بارے میں کوئی وصیت کرنا جائز ہو گی؟ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے کیوں کہ نہ تو مسلمان اپنے بیت المال سے کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ تعمیر کر سکتے ہیں نہ ہی مالی یا بدنی معاونت پیش کر سکتے ہیں،مزدوری کرنا بھی حرام ہو گی،نیز ان احکامات کی حکمت سے بھی آگاہ کر دیا گیا ہے جو فقہائے اسلام کا خاصہ ہے۔

عبادت گاہوں کی حفاظت:

قتال اسلامی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ عبادت خانوں کو محفوظ بنایا جائے۔ارشاد الٰہی ہے:

"وَلَوْلَا دَ فْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔"[31]

"اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) صومعہ اور (عیسائیوں کے) گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں خدا کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں اور جو شخص خدا کی مدد کرتا ہے خدا اس کی ضرور مدد کرتا ہے بیشک خدا توانا اور غالب ہے۔"

مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں،صوامع کے بارے میں تین اقوال ہیں:

- عیسائی عابدوں کے چھوٹے عبادت خانوں کو صوامع کہتے ہیں۔
- صابی مذہب کے لوگوں کے عبادت خانوں کا نام ہے۔
- مجوس کے آتش کدوں کو صوامع کہتے ہیں۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ مقاتل کہتے ہیں یہ وہ گھر ہیں جو راستوں پر ہوتے ہیں۔بیع ان سے بڑے مکانات ہوتے ہیں یہ بھی نصرانیوں کے عابدوں کے عبادت خانے ہوتے ہیں۔بعض کہتے ہیں یہ یہودیوں کے کنیسا ہیں۔صلوات کے بھی ایک معنی تو یہی کئے گئے ہیں۔بعض کہتے ہیں مراد گرجا گھر ہیں۔بعض کا قول ہے صابی لوگوں کا عبادت خانہ۔راستوں پر جو عبادت کے گھر اہل کتاب کے ہوں انہیں صلوات کہا جاتا ہے اور مسلمانوں کے ہوں انہیں مساجد۔فیھا کی ضمیر کا مرجع مساجد ہے۔اس لئے کہ سب سے پہلے یہی لفظ ہے۔بعض کے نزدیک یہ سب جگہیں مراد ہیں۔۔جن میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔[32]

رد المحتار علی الدر المختار میں لکھا ہے:

"بيعة بالكسر معبد النصارى واليهود ،كذلك الكنيسة ،الا انه غلب البيعة على معبدا لنصارى، والكنيسة على اليهود ۔۔۔والصومعة بيت يبنى براس طويل ليتعبد فيه بالانقطاع من

الناس۔"[33]

"بیعہ (باکی) زیر کے ساتھ یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانہ کو کہتے ہیں، اسی طرح کنیسہ مگر لفظ بیعہ کا اطلاق عیسائیوں کی عبادت گاہ پر ہوتا ہے اور کنیسہ کا یہودیوں کی عبادت گاہ پر۔۔اور صومعہ ایسا گھر ہے جو لمبے سر کے ساتھ بنایا جاتا ہے اس میں (راہب) لوگوں سے کٹ کر بیٹھتے ہیں۔"

مفتی محمد شفیع درج بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جتنے دین و مذہب دنیا میں ایسے ہوئے ہیں کہ کسی زمانے میں ان کی اصل بنیاد اللہ کی طرف سے اور وحی کے ذریعہ سے قائم ہوئی تھی پھر وہ منسوخ ہو گئے اور ان میں تحریف ہو کر کفر و شرک میں تبدیل ہو گئے مگر اپنے اپنے وقت میں وہی حق تھے۔ان سب کی عباد تگاہوں کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے کیونکہ اپنے اپنے وقت میں ان کی عباد تگاہوں کا احترام اور حفاظت فرض تھی۔ان مذاہب کے عبادت خانوں کا ذکر نہیں فرمایا جن کی بنیاد کسی وقت بھی نبوت اور وحی الٰہی پر نہیں تھی۔جیسے آتش پرست مجوس یا بت پرست ہندو۔کیونکہ ان کے عبادت خانے کسی وقت بھی قابل احترام نہیں تھے۔صوامع صومعہ کی جمع ہے جو نصاری کے تارک الدنیا راہبوں کی مخصوص عباد تگاہ کو کہا جاتا تھا۔"[34]

سید ابو الاعلی مودودی لکھتے ہیں:

"صومعہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں راہب، سنیاسی اور تارک الدنیا فقیر رہتے ہوں۔بیعہ کا لفظ عربی زبان میں عیسائیوں کی عباد تگاہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔صلوات سے مراد یہودیوں کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔یہودیوں کے ہاں اس کا نام صلوتا تھا جو آرامی زبان کا لفظ ہے ۔بعید نہیں کہ انگریزی لفظ (Salute) اور (Salutation) اسی سے نکل کر لاطینی میں اور پھر انگریزی میں پہنچا ہو۔"[35]

تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت المقدس کا معاہدہ اس طرح لکھا گیا:

"هَذَا مَااَعْطٰى عَبدُاللّٰهِ عُمَرُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَهْلَ اِيْلِيَا مِنَ الْاَمَانِ اَعْطَاهُمْ اَمَانًا لِاَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ وَلِكَنَائِسِهِمْ وَصُلْبَانِهِمْ وَسَقِيْمُهَا بريها و سا بر ملتهاانه لا يَسْكُنْ كنائسهم ولا تُهدمُ وَلاينتقض منها ولامن حيّزهاولا من صُلُبِهِمْ ولا من شيئ من اموالهم ولا يكرهون على دينهم "[36]

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمر نے ایلیا کے لوگوں کو دی ۔یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو اور نہ ان کے احاطہ کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا۔"

غرض کفار کی عبادت گاہوں کو محفوظ بنانا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ درج بالا آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصریؒ لکھتے ہیں:

"یُدفع عن مصلیات اهل الذمة بالمومنین"[37]

"ذمیوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت مومنین کے ذریعہ کی جائے گی۔"

امام انخفشؒ فرماتے ہیں:

"الصلوات لا تهدم ولٰكن تحل محل فعل آخر كانه قال تركت "[38]

"ان کے عبادت خانوں کو نہیں گرایا جائے گا، جب تک وہ اس میں عبادت کرتے رہیں۔"

ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"وهكذا يدفع عن مواضع متعبداتهم بالمسلمين وان كان يبغضها"[39]

"مسلمان ان غیر مسلموں کے معابد کی حفاظت کریں گے، اگرچہ ان مسلمانوں کو ان معابد سے نفرت ہی کیوں نہ ہو۔"

اب سوال یہ ہے کہ اگر ان معابد میں شرک کیا جاتا ہے تو ایسے میں یہ معابد کیونکر محفوظ رہیں؟ اس کا جواب ابو العالیہ نے اس طرح دیا ہے:

"صوامع وان كان يشرك به او فی لفظ ان الله يحب ان يذكر ولو من كافر"[40]

"اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے، اگرچہ کوئی مشرک اور کافر ہی کیوں نہ کرے۔"

کفار کی عبادت گاہوں کی سیر وسیاحت:

مشاہدے میں آیا ہے کہ مسلمان غیر مسلم ممالک میں کفار کے عبادت خانوں میں جاتے ہیں وہاں مورتیوں کے ساتھ تصاویر بناتے ہیں ان کے عقائد کی منظر کشی کرتے ہوئے ہاتھ جوڑتے، ماتھے پر تلک لگاتے اور اسی قسم کے دوسرے اعمال سر انجام دیتے ہیں۔ ایسے مقامات جہاں غیر اللہ کی عبادت کی جاتی ہے یا کفار اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کرتے ہیں، چونکہ یہ معصیت کا گڑھ اور شیطان کی آماجگاہ ہوتے ہیں اس لئے ان مقامات پر جانے کی شرعا اجازت نہیں ہے۔ فقہاء نے ایسے شخص کو تعزیری سزا کا مستحق قرار دیا ہے جو کفار کی عبادت گاہ مستقل جاتا ہو۔

مسلمانوں کے لئے کفار کی عبادتگاہوں میں جانے کی شرعا اجازت نہیں ہے۔ اس لئے کہ عبادت میں کفار کی مشابہت اختیار کرنا بھی کفر ہے۔ نیز اعلانیہ طور پر ان افعال کا ارتکاب کرنا اور پوجا پاٹ کرتے ہوئے تصویر کھنچوانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ قلبی طور پر اسے پسند کرتا ہے۔ اس لئے جو افراد مندروں میں جاکر ہندوؤں جیسے انداز عبادت اختیار کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کریں۔[41]

خلاصہ بحث:

- دارالاسلام سے مراد ایسا ملک ہے جہاں اگرچہ اسلامی احکام نافذ نہ ہوں لیکن وہاں احکامات کو نافذ کرنے کی طاقت موجود ہو۔
- اس وقت دنیا میں انسٹھ اسلامی ممالک موجود ہیں، جو اسلامی کانفرنس تنظیم کے باقاعدہ رکن ہیں۔ یہ ممالک براعظم ایشیا، افریقہ اور یورپ میں واقع ہیں۔ رقبہ کے لحاظ سے قازقستان جبکہ آبادی کے لحاظ سے انڈونیشیا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ یہ ممالک کئی قدرتی وسائل سے مالامال ہیں۔
- مسلمانوں کے بڑے شہر تین طرح کے ہیں اس لئے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں سے متعلق تعمیر کے احکامات مختلف ہوں گے۔ اگر مسلمانوں نے خود کسی علاقہ کو آباد کیا ہے تو وہاں کفار اپنی عبادت گاہ تعمیر نہیں کر سکتے۔
- اگر مسلمانوں نے کسی علاقہ کو فتح کیا ہے تو وہاں قدیم عبادتگاہوں کی حفاظت اور مرمت تو کر سکتے ہیں لیکن کوئی نئی عبادت گاہ تعمیر نہیں کر سکتے۔ اگر ایسے علاقوں میں کفار کی آبادی زیادہ ہو جائے تو وہ وہاں عبادت خانہ تعمیر کر سکتے ہیں۔
- اگر علاقے صلح کے تحت آباد ہیں تو صلح کی شرائط پر غور کرنا ہو گا۔ صلح کی شرائط میں عبادت گاہ کی تعمیر کے بارے میں ایسی شرط موجود ہے تو مسلمان معاہدہ کے پابند ہیں۔ اگر شرط موجود نہیں ہے تو مسلمان اس معاہدے پر عمل کریں گے جو حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کی فتح کے وقت کیا تھا۔ اگر مفتوحہ زمینیں کفار کے پاس ہیں تو انہیں عبادت خانے تعمیر کرنے کی اجازت ہو گی لیکن اگر مفتوحہ زمینوں پر مسلمان آباد ہیں تو پھر نئے عبادت خانے تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔
- مسلمان حکمران بیت المال سے غیر مسلموں کی عبادت گاہ تعمیر نہیں کروا سکتے۔ اسی طرح مسلمان نہ تو اپنی رقم سے غیر مسلموں کی عبادت گاہ تعمیر کروا سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی تعمیر کے لئے کوئی وصیت کر سکتے ہیں۔
- قرآن مجید نے قتال کے مقاصد میں عبادت خانوں کے تحفظ کو بھی شامل کیا ہے۔ سورہ حج کی چالیس نمبر آیت میں عیسائیوں، یہودیوں، مجوسیوں، راہبوں اور مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو محفوظ بنانے کی بات کی گئی ہے۔

کفار کے عبادت خانے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مراکز ہوتے ہیں۔ اس لئے شرعی طور پر مسلمانوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ وہاں جا کر ان کے کسی طریقہ عبادت کو اختیار کرنے اور ان کے کسی شعار کو پسند کرنے کی

اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی مسلمان مستقل طور پر کفار کی عبادت گاہ کی سیر کرتا ہے تو فقہا کے نزدیک وہ تعزیری سزا کا حقدار ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ابن قیم، محمد بن ابی بکرالجوزیہ، **احکام اھل الذمة**(الدمام : رمادی للنشر ،1418ھ)،2/ 728

Ibn-e-Qīyām, Muhammād bīn Abī Bakār, *Al-Jōzīyā, Ahkām Ahlūl Zīmmā* (Al-Damam: Rāmādī lil Nāshār, 1418H), 2/728

[2] رشید احمد، مفتی، **احسن الفتاوی**(کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، 1425ھ)،6/ 21

Rashēēd Ahmād, Mūftī, *Ahsan ūl Fatāwā* (Karāchī: H M Saeed, 1425H), 6/21

[3] احسان اللہ ثاقب، **جدید اسلامی دنیا کے خدوخال**(پاکستان، روزنامہ نوائے وقت، اگست 11، 2009ء)

Ahsān ullāh Sāqīb, *Jādēēd Islāmī Dūnyā kay Khādōkhāl* (Pakistan: Rōznāmā Nāwāyē Wāqt, August 11, 2009)

[4] محمد قطب، مترجم محمد سلیم کیانی، **اسلام اور جدید ذہن کے شبہات**(لاہور: البدر پبلیکیشنز، 1993ء)، 301

Mūhāmmād Qūtāb, Trans: Mūhāmmād Sālēēm Kīyānī, *Islām Aūr Jādēēd Zēhān kay Shūbhāt,* (Lahore: Al-Bādār Pūblīcātions, 1993), 301

[5] ایضا، 302

Ibid, 302

[6] بیهقی، احمد بن حسین، **سنن البیهقی**(بیروت : دار الکتب العلمیه، 2007ء)، کتاب السبق والرمی ، باب کراهیة خصاء البهائم ، رقم الحدیث :20287

Bēhqī, Ahmād bīn Hūssāin, *Sūnān ul bēhqī* (Bērūt: Dārūl Kūtūb ul īlmīyā, 2007), Kītāb Al-Sabāq wal Rāmā, Bāāb Kārāh tūl Khīsā ul Bahāyām, Hadith No: 20287

[7] ایضا، کتاب الجزیة ، باب لاتهدم کنیسة ولا بیعة ، رقم:19185

Ibid, Kītāb ul Jazyā, Bāāb lā Tahdīm Kansīya ta wālā bīyā, Hadith No: 19185

[8] مالک بن انس، امام، **المدونة الکبرٰی**(بیروت، دارالکتب العلمیه، 1993ء)، 435/3

Mālīk bīn Anās, Imām, *Al-Mādōnā tūl Kūbrā* (Bērūt: Dār ul Kutūb ul Ilmīyā, 1993), 3/435

[9] ابن تیمیه، احمد بن عبدالحلیم، **مسالة فی الکنائس**(الریاض، مکتبة العبیکان، 1995ء)، 104.

Ibn ē Tāmīyā, Ahmād bīn Abdūl Hālēēm, *Māsāla tū fīl kānāyās* (Al-Riyād: Māktābā Al- Bīkān, 1995), 104

[10] ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، **البحرالرائق شرح کنز الدقائق**(بیروت: دارالکتب العلمیه، 1997ء)، 5/ 190

Ibn-e-Nājēēm, Zāin ul Dīn bīn Ibrāhīm, *Al- Bahr ul Rāīq Sharāh Kānz ūl Dāqāīq* (Bērūt : Dār ūl Kūtab ul Ilm

[11] رشید احمد، مفتی، **احسن الفتاوی**، 6/ 19-20

Rashēēd Ahmād, Mūftī, *Ahsan ūl Fatāwā*, 6/19-20

[12] ابن قیم، محمد بن ابی بکر، **ابن قیم الجوزیه**، احکام اهل الذمة، ج:3، ص:1205

Ibn-e-Qīyām, Muhammād bīn Abī Bakār, Al-Jōzīyā, *Ahkām Ahlūl Zīmmā*, 3/1205

[13] ایضا، 3/ 1202-1203

Ibid, 3/1202-1203

[14] ابوداؤد،سلیمان بن اشعث،**سنن ابی داؤد**(بیروت : دار الکتب العلمیہ،2007ء)،کتاب الخراج،باب فی اخذ الجزیۃ،رقم الحدیث: 3041

Abū Dāwōōd, Sūlemān bin Ashāt, *Sūnān Abū Dāwōōd* (Bērūt: Dār ul Kutūb ul Ilmīyā, 2007), Kītāb ul Khārāj, Bāāb Fī AkhAz ul Jīzyā, Hadith No: 3041

[15] ابن قیم،محمد بن ابی بکر،ابن قیم الجوزیہ،**احکام اھل الذمۃ**،1202/3

Ibn-e-Qīyām, Muhammād bīn Abī Bakār, Al-Jōzīyā, *Ahkām Ahlūl Zīmmā*, 3/1202

[16] ابن نجیم،زین الدین بن ابراہیم،**البحرالرائق شرح کنز الدقائق**، 5/ 190

Ibn-e-Nājēēm, Zāin ul Dīn bīn Ibrāhīm, *Al- Bahr ul Rāīq Sharāh Kānz ūl Dāqāīq*, 5/190

[17] مالک بن انس،امام،**المدونۃ الکبرٰی**، 3/ 435

Mālīk bīn Anās, Imām, *Al-Mādōnā tūl Kūbrā*, 3/ 435

[18] ابن تیمیہ،احمد بن عبدالحلیم،**مسالۃ فی الکنائس**، 102-103

Ibn ē Tāmīyā, Ahmād bīn Abdūl Hālēēm, *Māsāla tū fīl kānāyās*, 102-103

[19] ترمذی،ابوعیسٰی محمد بن عیسیٰ،**سنن ترمذی** (لبنان: دار النشر والتوزیع، 2011ء)،کتاب الزکاۃ،باب ما جا ء لیس علی المسلمین جزیۃ ،رقم الحدیث :11

Trīmzī, Abū Eēsā Mūhāmmād bin Eēsā, *Sūnān e Trīmzī* (Labnān: Dār ul Nāshār Wāl Tōuzēē, 2011), Kitāb ul Zākāāt, Bāāb Māa jāa Fī Lāēsā Alāl Mūslīmēēn a Jūzyā, Hadith No: 11

[20] ابوداؤد،سلیمان بن اشعث،**سنن ابی داؤد**،کتاب الخراج،باب فی اخراج الیھود من جزیرۃ العرب ،رقم الحدیث:3034

Abū Dāwōōd, Sūlemān bin Ashāt, *Sūnān Abū Dāwōōd*, Kītāb ul Khārāj, Bāāb Fī Akhrāj ul Yāhōōd mīn Jāzīrā tul Arāb, Hadith No: 3034

[21] الخربوطلی،علی حسنی ،دکتور،**الاسلام واھل الذمۃ** (قاہرہ :المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ ،1969ء)،139

Al-Kharbōtlī, Alī Hāsnī, Dāktōōr, *Al-Islām wa Ahlūl Zīmmā (* Qāhīrā : Al-Mājlīs ul Aalā lil Shāōn al Islāmīyā, 1969), 139

[22] تھامس آرنلڈ،مترجم حسن ابراہیم،**الدعوۃ الی الاسلام**(قاہرہ: مکتبۃ النھضۃ المصریہ،1970ء)،84-86

Thomas Arnold, Trans: Hasān Ibrāhīm, Al-Dāwā Ilal Islām (Qāhīrā: Māktāba al Nahzāt al Mīsrīyā, 1970), 84-86

[22] الکاسانی،علاؤالدین أبوبکر بن مسعود، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**(بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء)، 500/10

Al-Kāsānī, Alā ul Dīn Abū bākr bin Māsōōd, *Badāyā ul Sanāyā Fī Tārtīb ul Shārāyā* (Bērūt : Dārūl Kūtūb ul Ilmīyā, 2002), 10/500

[23] مالک بن انس،امام،**المدونۃ الکبرٰی**، 3/ 435

Mālīk bīn Anās, Imām, *Al-Mādōnā tūl Kūbrā*, 3/ 435

[24] الشافعی،محمد بن ادریس،**الام**(مصر: دارالوفا،2001م)، 5/ 510

Al-Shāfī, Muhāmmād bīn Idrēēs, *Al-āam* (Egypt: Dār ul Wāfā, 2001), 5/510

[25] ابن قدامہ،عبداللہ بن احمد،**المغنی** (الریاض:دار عالم الکتب،1997م)، 8/514-513

Ibn e Qāddāmā, Abdūllāh bin Ahmād, *Al-Mūghnī* (Riyādh : Dār E Aālīm ul Kūtūb, 1997), 8/513-514

[26] المائدہ 5 : 2

Al- Māidā 5: 2

[27] المائدہ5 : 48

Al- Māidā 5: 48

[28] ابن حزم،علی بن احمد،**المحلی بالآثار**(بیروت:دارالکتب العلمیه ،2003م)، 8/ 371

Ibn e Hāzām Alī bin Ahmād, *Al- Mūhāllā bil Asāār* (Bērūt: Dār ul Kutūb ul Ilmīyā, 2003), 8/ 371

[29] ابن ماجه،محمد بن یزید،**سنن ابن ماجه**،المقدمه،باب من سن سنة حسنة او سیئة،رقم الحدیث :203

Ibn e Mājā, Muhāmmād bin Yāzīd, *Sūnān Ibn e māājā*, Al-Mūqāddāmā, Bāāb mīn Sāna Sūnnāta Hāsānā Aō Sāyīā, Hadith No: 203

[30] الحصکفی،علاء الدین محمد بن علی وغیره ،**ردالمحتارعلی الدرالمختار** (کوئٹه: مکتبه رشیدیه ،2003)، 6/ 314-315

Al-Hākārfā, Alā ud Dīn Muhāmmād bin Ali Wagīrohū, *Raddūl Mūkhtār Alā al Dūrril Mūkhtār* (Quētā: Māktābā Rāshīdīyā, 2003), 6/314-315

[31] الحج 40:22

Al-Hājj 22: 40

[32] ابن کثیر،اسماعیل بن عمر ،**تفسیرالقرآن العظیم** (لاہور:مکتبه قدوسیه ،2014)،3/463-464

Ibn e Kasēēr, Ismāīl bin Umēr, Tāfsēēr ul Qūrān ul Azēēm (Lahore: Māktabā Qūdōōsīyā, 2014), 3/463-464

[33] الحصکفی،علاء الدین محمد بن علی وغیره ،**ردالمحتارعلی الدرالمختار**،6/ 314-315

Al-Hākārfā, Alā ud Dīn Muhāmmād bin Ali Wagīrohū, *Raddūl Mūkhtār Alā al Dūrril Mūkhtār*, 6/ 314-315

[34] محمد شفیع،مفتی،**معارف القرآن**(کراچی:ادارۃ المعارف)،6/270

Mūhāmmād Shāfī, Mūftī, *Mūārīf ul Qūrān* (Karachi: Idārat ul Mūārīf, 2015), 6/ 270

[35] مودودی،سید ابو الاعلی، **تفہیم القرآن**(لاہور:ادارہ ترجمان القرآن،2016)،3/233

Moūdōōdī, Syēd Abū al Aālā, *Tāfhīm ul Qūrān* (Lahore: Idārā tārjūmān ul Qūrān, 2016), 3/ 233

[36] طبری،محمد بن جریر،ابوجعفر ،**تاریخ الرسل والملوک**(مصر:دارالمعارف،1967م)، 3/ 609

Tabrī, Mūhāmmād bīn Jārēēr Tābrī, Abū Jāfār, *Tārēēk Al Rūsōl wal Mālōōk* (Egypt: Dār ul Mūārīf, 1967), 3/ 609

[37] ابن قیم الجوزیه،محمد بن ابی بکر،**احکام اهل الذمة** (الدمام : رمادی للنشر ،1997م)، 3/1169

Ibn Ul Qāl Qāyim, Mūhāmmād bin Abī Bākēr, *Ahkām Ahlūl Zīmmā* (Al-Damām: Ramādā lil Nāshēr, 1997), 3/ 1169

[38] ایضا

Ibid

[39] ایضا

Ibid

[40] ایضا،1170

Ibid, 1170

[41] https://www.banuri.edu.pk/readquestion/ger-muslimo-ke-ebadat-gaho-mai-jany-ka-hukum-144502102399/14-09-2023, accessed on 19/2/2022 at 7:12Pm